© rasailojaraid.com

اسلام اور انسانیت کی بقا

آج سائنس اور ٹکنالوجی کی غیر معمولی ترقی اور اسی کے ساتھ اعلیٰ اخلاقی اور انسانی اقدار کے فقدان اور اقوامِ عالم کی باہمی کشمکش و آویزش کے باعث خود انسان کے نفسِ وجود اور اس کے حفظ و بقا کو جو عظیم خطرات درپیش ہیں انھوں نے مدبرینِ عالم کو ان خطرات کے انسداد کی کوششوں کی طرف متوجہ کردیا ہے۔ مجلس اقوام متحدہ ایک سیاسی ادارہ ہے اس نے ان عقدہ ہائے مشکل کا ایک حل نکالا ہے، لیکن برسوں کے تجربات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ حل کامیاب نہیں ہے اور صورتِ حال یہ ہے کہ اگر ایک گرہ کھولنے کی کوشش کی جاتی ہے تو دس گرہیں اور لگ جاتی ہیں اور معاملہ سلجھنے کے بجائے روز بروز پیچیدہ ہوتا جارہا ہے، اربابِ سیاست کی اس ناکامی کو دیکھ کر بہت سے اصحابِ فکر و بصیرت نے محسوس کیا کہ اگر کوئی طاقت عالم انسانیت کو اس خطرہ سے محفوظ رکھ سکتی ہے تو وہ صرف مذہب کی طاقت ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مذہب کی جو گرفت انسان کے فکر و خیال اور اس کے واسطہ سے عمل و کردار پر ہوتی ہے وہ کسی اور چیز کی نہیں ہوتی، اس بنا پر مذہب میں یہ صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے کہ وہ انسانی ضمیر کو بیدار کرکے ان عوارض و اسقام کا خاتمہ کردے جو ضمیر کے مردہ ہونے کا نتیجہ ہوتے ہیں، جو حضرات اس خیال کے تھے انھوں نے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Raligien and peace) کے نام سے ایک عالمی ادارہ قائم کیا اور دنیا کے تمام اہل مذاہب اس میں شریک ہیں۔ اس ادارہ کا دوسرا بین الاقوامی اجلاس جو ۱۹۷۰ء میں جاپان میں ہوا تھا اس میں ناکسار نے بھی شرکت کی، مقالہ پڑھا اور بحث میں حصہ لیا تھا۔ اس عالمی ادارہ کا صدر دفتر نیویارک امریکہ میں ہے، بہرحال ان بین الاقوامی حالات کے پیش نظر وقت کا تقاضا اور مطالبہ ہے کہ اسلام کو بتانا چاہیے کہ وہ دنیا کے ایک اہم اور عظیم الشان مذہب کی حیثیت سے اس معاملہ میں کیا رہنمائی دے سکتا ہے۔ اس مقالہ کا مقصد اس سوال کے جواب میں ہی چند گذارشات پیش کرنا ہے:

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اسلام میں انسان کا مرتبہ ومقام کیا ہے؟ قرآن مجید میں تخلیقِ آدم کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کو خلافت الٰہی کے خلعتِ فاخرہ سے نوازا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا اہتمام اسی درجہ فرمایا ہے کہ جب فرشتوں نے اس منصبِ عظیم وجلیل کا استحقاق اپنے لئے ثابت کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بالمقابل انسان کا استحقاق اس طرح ثابت کیا کہ اس کو حقائقِ کائنات کا علم بخشدیا گیا، فرشتے اس علم سے محروم تھے ان پر جب انسان کی یہ فضیلت وبرتری عیاں ہوگئی تو اب وہ خدا سے عفو و درگزر کے خواستگار ہوئے، خدا نے عفو و درگزر کے لئے شرط یہ رکھی کہ فرشتے آدم کو سجدہ کریں، سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ابلیس اس کو اپنے لئے باعث ننگ وعار سمجھتا تھا کہ وہ ناری ہونے کے باوصف ایک تپلۂ خاکی کے سجدہ ریز ہو، اس لئے اس نے سرتابی اور حکم عدولی دکھائی۔ اس کی سزا اس کو یہ ملی کہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ اور شر وفساد، عصیان وتمرد اور فسق وفجور کا سب سے بڑا منبع وسرچشمہ قرار دیا گیا۔ اب یہ پورا واقعہ جو قرآن میں بیان ہیں کیا گیا ہے اس پر غور کیجئے اور دوسری طرف یہ دیکھیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ تخلیقِ آدم کے واقعہ کو انجیل مقدس میں کس طرح بیان کیا گیا ہے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے بائبل میں ہے: خداوند خدا نے زمین پر پانی نہ برسایا تھا اور آدم نہ تھا کہ زمین کی کھیتی کرے اور زمین سے بخار اٹھتا تھا اور تمام روئے زمین کو سیراب کرتا تھا اور خداوند خدا نے زمین کی خاک سے آدم کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا۔ آدم جیتی جان ہوا۔ پیدائش باب ۲۔ ۵۔ ۷) خیال کیجئے کہاں آدم کی تخلیق ایک کسان کی حیثیت سے اور کہاں اس کی تخلیق خالق کائنات وصانعِ عالم کے ایک نائب کی حیثیت سے، جس کی وجہ سے وہ ایک طرف مسجودِ ملائکہ ہوا اور دوسری طرف اس کو سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں ابلیس ہمیشہ کے لئے مردود و راندہ درگاہِ ایزدی کر دیا گیا۔ غالب نے اسی مضمون کو اپنے خاص انداز میں بڑی بلاغت سے بیان کیا ہے، کہتے ہیں:

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

لیکن اگر مرزا غالبؔ کی نگاہ انسانوں کے احوال واعمال اور پھر فرموداتِ قرآن پر ہوتی تو غالباً وہ یہ شعر نہ کہتے، کیونکہ انسان کو قرآن میں جہاں خلیفۂ الٰہی کہا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ یہ شرف وعظمت ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو مومن صالحین ہیں ہر کس و ناکس کے لئے نہیں ہے، کیونکہ تخلیقِ آدم کی آیت میں جس آدم کا ذکر ہے وہ نوع کے نمائندہ ہیں افراد کے نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝	زمانہ کی قسم بے شبہ انسان بڑے گھاٹے میں ہے ماسوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں، اعمال صالحہ کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی مضمون سورۂ والتین میں بیان فرمایا گیا ہے :-

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ﴿٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٦﴾	بے شبہ ہم نے انسان کو بہترین سانچہ میں پیدا کیا ہے پھر اس کے اپنے اعمال و افعال کے باعث اسے ہم نے انتہائی پستی کی طرف لوٹا دیا ہے، مگر ہاں اس سے

وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو مومنین صالحین ہیں، ان کے لئے ایسا اجر ہے جو جتایا نہ جائیگا؛

ان دونوں سورتوں میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ایک عالم بحیثیت عالم کے جس مرتبہ ومقام کا مستحق ہے۔ یہ مرتبہ ومقام اس کو اسی وقت ملیگا جب کہ وہ اپنے علم پر عامل بھی ہو، ورنہ وہ عالم نہیں جاہل سے بدتر ہے، ٹھیک اسی طرح خلافت الٰہی کا منصب نوع انسان کے ان افراد کامل کو عطا ہوگا جو اس منصب عظیم وجلیل کے مقتضیات ومطالبات اور اس کے شرائط وآداب کی تکمیل بہمہ وجوہ کرتے ہوں، ورنہ صرف حیوان ناطق ہونا انسان ہونے کیلئے کافی نہیں اسی بنا پر قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو جو نیابت الٰہی کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے فارسی کے مشہور صوفی اور حکیم شاعر نے کہا ہے ؎

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر: کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست
گفتم یافت می نشود جستہ ایم ما گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

اور اردو میں یہی بات غالبؔ نے اس طرح کہی ہے ؎

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا!!

اب جب کہ انسان کو نیابت الٰہی کا فرض سونپ دیا گیا تو ضروری تھا کہ اس فرض کی خاطر خواہ انجام دہی کے لئے جو ذرائع اور وسائل ناگزیر ہیں انسان کو ان سے بھی نوازا جاتا، اصولی اور بنیادی طور پر یہ وسائل و ذرائع تین ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) علم (۲) دستور العمل وقانونِ حیات اور (۳) اقتدار وقوت تسخیر وتصرفات قرآن نے انسان کے خلیفۂ الٰہی ہونے کا اعلان جہاں ملاءِ اعلیٰ میں کیا ہے وہاں مذکورہ بالا تینوں ذرائع کے ساتھ اس کے مشرف ومفتخر ہونے کی وضاحت کردی ہے، چنانچہ علم کے متعلق فرمایا گیا: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا، یعنی اللہ نے آدم کو سب اسماء کا علم عطا فرمادیا، یہاں دو باتیں قابل غور ہیں: ایک یہ کہ آیت میں اگرچہ لفظ اسماء کا آیا ہے جو جمع اسم بمعنی نام کی ہے، لیکن درحقیقت مراد اسماء نہیں بلکہ مسمات اور اشیاء ہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آگے چل کر فرمایا گیا: ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ، عَرَضَهُمْ میں ھُم جو ضمیر جمع مذکر غائب ہے اور ذی روح چیزوں کے لئے استعمال ہوتی ہے اس کا مرجع اسماء ہے، اگر اسمائے سے مراد نام ہی ہوتے تو عربی کے قاعدہ کے مطابق اس کے لئے ضمیر ھا ہوتی نہ کہ ھُم۔ پس اب آیت کے معنی یہ ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اشیاء کا علم عطا فرمادیا اور چونکہ علمِ شئی کے معنی علمِ حقیقت شئی ہے اس بنا پر مطلب یہ ہوا کہ آدم کو حقائق اشیاء کا عالم بنادیا گیا۔ ممکن ہے کوئی صاحب اعتراض کریں کہ کلھا میں تو ضمیر "ھا" ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں یہ عام بات ہے کہ ضمیر کبھی مرجع کے لفظ کی رعایت سے آتی ہے اور کبھی اس کے معنی کی رعایت سے، اور کبھی ایک ہی مرجع کے لئے لفظ اور معنی دونوں کی رعایت سے دونوں قسم کی ضمیریں دو مختلف جگہوں پر آتی ہیں، مَنْ اور مَا اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ الاسماء میں الف لام جنس کے لئے ہو یا استغراق کے لئے، بہر حال معنی ہوں گے تمام اور سب اشیاء، لیکن اس کے باوجود صرف الاسماء فرمانے پر اکتفاء نہیں فرمایا گیا، بلکہ استیعاب واستقصائے اشیاء کو مؤکد کرنے کی غرض سے الاسماء کے بعد کلھا بھی ارشاد ہوا تاکہ کسی کو اس میں کوئی شبہ ہی نہ رہے کہ انسان کو عالم ارضی میں جمادات ونباتات اور حیوانات وبحریات اور عالم سماوی میں شمس وقمر، سیارے اور ستارے، اور عالم انفس وارواح کے اسرار ورموز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور غرض کہ کائنات کی معقول و محسوس، مادی اور معنوی، ظاہری اور باطنی کوئی شے ایسی نہیں ہے جو انسان کے حیطۂ علم سے خارج ہو،

یہ جو کچھ عرض کیا گیا علم سے متعلق تھا۔ رہا دوسرا وسیلہ و ذریعہ یعنی دستور العمل و قانون حیات جس کے مطابق انسان کو نیابت الٰہی کا فرض انجام دینا ہے تو وہ قرآن مجید ہے جو خود کلام الٰہی ہے اور ساتھ ہی سنت و سیرت نبوی جو قرآن کی ہی تشریح و توضیح اور اس کی عملی تفسیر ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: وکان خلقہ القرآن۔ قرآن اور سنت ایک مکمل لائحۂ عمل اور ضابطۂ حیات ہیں، لیکن یہ موقع اس پر مفصل گفتگو کرنے کا نہیں ہے، البتہ مقالہ کے اصل موضوع سے متعلق قرآن و سنت کی بعض تعلیمات کا ذکر آگے آئے گا۔

اب لیجئے، تیسرا ذریعہ وسیلہ یعنی اقتدار و قوت تسخیر، تو اس سلسلہ میں کثرت سے آیات ہیں جن میں صاف طریقہ پر انسان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ زمین، آسمان میں جو کچھ ہے وہ تمہاری خدمت و اطاعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، چاند سورج اور سب اجرام علویہ تمہارے لئے مسخر کر دیے گئے ہیں، یعنی تم کو ان میں تصرف کرنے اور ان کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرنے کی طاقت و قوت عطا فرما دی گئی ہے۔ مثلاً! ایک آیت میں فرمایا:۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۝ (البقرہ)

یہ وہ خدا ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے!

ایک آیت میں ارشاد ہوا:۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے

۔ یہ اور اسی نوع کی اور بہت سی آیات ہیں جنھوں نے عرب کے صحرا نشینوں میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کائنات عالم کے حقائق و اسرار کے کشف و تحقیق کا جذبہ پیدا کیا اور انھوں نے سائنس کے مختلف علوم و فنون پر محققانہ تصنیفات و تالیفات کے انبار لگا دیے۔

آیئے اب دیکھیں کہ انسان جس کو زمین میں نیابت الٰہی کا منصب تفویض کیا گیا ہے جب وہ ساز و سامان کی ان تینوں قسموں سے آراستہ و پیراستہ اور مسلح ہو جاتا ہے تو جہاں تک زمین کا تعلق ہے اس کے فرائض کیا ہوں گے۔؟

قرآن کی رو سے انسان کا سب سے بڑا اور اہم فریضہ یہ ہے کہ اللہ کی زمین سے شر و فساد اور ظلم و جور کو مٹائے اور امن و امان اور عدل و انصاف قائم کرے، اس بنا پر اللہ کے نزدیک سب سے برے اور قابل ملامت وہ لوگ ہیں جو فتنہ و فساد پیدا کر کے لوگوں کا جینا اجیرن کر دیتے ہیں جو مدینہ میں منافقین کا گروہ اگائی بجھائی کی باتیں کر کے معاشرہ میں شر و فساد کی تخم ریزی کرتا اور آئے دن نئے نئے فتنے جگاتا تھا۔ اس لئے قرآن مجید میں اس پر سخت وعید اور منافقین کی خفیہ سازشوں کی پردہ دری کی گئی ہے۔ پہلے ارشاد ہوا:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ)

اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ دیکھو زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں: اجی ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں! لوگو! ہوشیار اور خبردار رہو کہ فساد برپا کرنے والے یہی ہیں لیکن یہ بے شعور ہیں۔

اسی گروہ کے چند لوگ تھے جو اپنی چرب زبانی، شیریں بیانی اور منافقانہ باتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رجھانے کی کوشش کرتے تھے، اندیشہ تھا کہ بربنائے بشریت حضورؐ ان کی باتوں میں نہ آجائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے خبردار کیا اور فرمایا:۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ○ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ (البقرہ ۲)

اور اے محمد بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ دنیا کی زندگی کے بارہ میں گفتگو کرتے اور اپنے مافی الضمیر پہ اللہ کو گواہ بناتے ہیں تو آپ کو ان کی باتیں بھلی لگتی ہیں، حالانکہ یہ آپ کے سب سے بڑے دشمن ہیں؛ اور جب یہ لوگ آپ سے رخصت ہوکر جاتے ہیں تو زمین میں فساد پیدا کرنے اور لوگوں کے کھیتوں اور ان کی نسلوں کو تباہ و برباد کردینے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں، حالانکہ اللہ فساد پسند نہیں کرتا، اور جب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو ان کی نخوت ان کو اور گناہوں پہ اکساتی ہے، تو پھر ایسے لوگوں کا ٹھکانہ تو دوزخ ہی ہوگی اور یہ بہت برا ٹھکانہ ہے،

کوئی کہاں تک گنائے، شر و فساد اور ظلم و جور کی شدید مذمت و قباحت اور فتنہ انگیزوں، فساد پروروں اور ظالم و قہرسامانوں کے لئے سخت وعید اور عذاب جہنم کی آیات سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے، اس لئے نیابت الٰہی کے منصب کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ اللہ کی سرزمین سے ان چیزوں کا بیخ و بن سے قلع قمع کرکے امن و امان اور عافیت و سکون کی فضا قائم کرنے، نائب الٰہی کی زندگی کا مشن یہی ہے اور اسی کے لئے اسے جینا اور مرنا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس مشن کی تکمیل کس طرح ہوگی۔؟ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اس مشن کی تکمیل قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے سے ہوگی، یہ بات میں شروع میں ہی عرض کردوں کہ جہاں تک دنیا میں امن و امان قائم کرنے کا تعلق ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کے باعث انسانیت اپنے حفظ و بقا میں چند در چند خطرات سے دوچار ہے، میں جس اسلامی نظام پر گفتگو کروں گا وہ اپنی طبیعت اور فطرت کے اعتبار سے اس درجہ سیکولر ہے کہ جیسا کہ پروفیسر TOYNBi وغیرہ نے کہا ہے غیر مسلم قومیں بھی اسے CHARTS OF HUMAN RIGHTS کے UNITED NATIONS کی طرح بے تکلف اختیار کر سکتی ہیں، فرق صرف APPROACH اور ATTITUDE کا ہوگا، اب آیئے اسلامی نظام کا جائزہ لیں:۔

اسلام عقیدہ اور عمل کا نام ہے، کوئی عمل انفرادی ہو یا اجتماعی، اس میں استواری خلوص اور ولولۂ وجوش اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کی اساس کسی محکم عقیدہ پر نہ ہو، اس بنا پر اسلام نے عقیدہ پر بار بار بہت زور دیا ہے کہ اسلامی عقیدہ کے دو جزو محرک عمل ہونے کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں، ایک ایمان باللہ اور دوسرا یوم حساب یعنی مکافات عمل پر ایمان، اسلام نے ان دونوں کا اہتمام اس درجہ کیا ہے۔ چونکہ مکہ کی زندگی تخم ریزی کا عہد تھا اس لئے قرآن مجید کی مکی سورتیں اکثر بیشتر انہیں دو چیزوں کے نہایت پُر زور بیانوں پر مشتمل ہیں، اس کا نتیجہ اور اثر یہ ہے کہ اچھا ہو یا بُرا مسلمان اپنے ہر عمل کے لئے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جواب دہ اور مسئول سمجھتا اور اس کے مطابق قیامت کے دن جزا یا سزا کا سزاوار یقین کرتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی تیرہ برس کی زندگی میں اس عقیدہ کی تخم ریزی اس شدت اور قوت سے کی کہ پھر اس کے بعد مدینہ کے دس برسوں میں احکام و تعلیمات اسلام کے درس و ارشاد کے ذریعہ پوری تاریخ عالم کا رخ موڑ دیا اور دنیا جو جہنم کدۂ شر و فساد بنی ہوئی تھی۔ وہ بہشت امن و عافیت میں تبدیل ہو گئی، یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات دیں ان سے انسان کی تہذیبی اور اجتماعی زندگی میں فتنہ و فساد اور ظلم و جور کے تمام اسباب کا قلع و قمع خود بخود ہو جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر تجزیہ و تحلیل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شر و فساد اور ظلم و عدوان کے اسباب حسب ذیل ہوتے ہیں:۔

(۱) اتباعِ ہوا یعنی ایک فرد یا ایک جماعت چند غلط تصورات کے ماتحت اپنی خواہشات نفس اور اہوائے فاسدہ و باطلہ کا غلام بن کر ایک ایسا اقدام کرتی ہے جو سوسائٹی کے شیرازۂ امن و عافیت کو درہم و برہم کر کے رکھدیتی ہے۔

(۲) مذہب کا اختلاف۔ (۳) رنگ و نسل اور قومیت و وطنیت کا اختلاف اور (۴) سرمایہ داری اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی طبقاتیت ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ اسلام نے ان سب اسباب کی بیخ کنی کس طرح کی ہے؟

اتباعِ ہوی ایک انسان خواہشات نفس کی پیروی اس وقت کرتا ہے جب کہ ان کے لئے کوئی قدغن نہ ہو۔ اسلام نے عقیدۂ توحید و یوم آخرت کے ذریعہ نفس انسانی کو اپنی ذاتی خواہشات سے ایسا پاک و صاف کیا کہ اب اس کی اپنی کوئی ذاتی خواہش رہی ہی نہیں اور اس کا جو کام بھی تھا وہ رضائے رب اور خوشنودیٔ الٰہی کے لئے تھا۔ نفس انسانی میں یہ صفت تزکیہ کا ذریعہ پیدا ہوتی ہے، اس بنا پر قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جو تین مقاصد بیان کئے گئے ہیں ان میں نمبر ۲ تذکیہ کا ہے۔ ارشاد ہوا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (الجمعہ)	یہ وہی ہے جس نے ناواقف لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول اٹھایا جو ان لوگوں پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے،

اگرچہ یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر عقیدہ کے ذریعہ تذکیۂ نفس کے علاوہ اتباع ہوا کی مذمت اور ترک ہوا، کی ترغیب وتحریض میں شدومد کے ساتھ قرآن میں اس کثرت سے آیات ہیں کہ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ اسلام نام ترک ہوا یعنی SELF CONTROL اور SELF RESISTENCE کا ہی ہے، چنانچہ ایک مقام پر تو جنت و دوزخ کا انحصار ہی ترک واتباع ہوا پر رکھا گیا ہے، فرمایا گیا۔

فَأَمَّا مَن طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا	پس وہ لوگ جو سرکشی کرتے ہیں اور دنیا
فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ وَأَمَّا مَنْ	کی زندگی کو چمٹے ہوئے ہیں تو بس ان
خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ	کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور اس کے
عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ	مقابل وہ لوگ جن کو اپنے رب کے
الْمَأْوَىٰ ۝ (النازعات)	سامنے پیش ہونے کا ڈر ہے اور جو

نفس کو خواہشات کی پیروی کرنے سے روکتے ہیں ان کا ٹھکانہ جنت ہے۔

یہ خواہشات نفس وہی ہیں جن کو فلسفۂ اخلاق کی زبان میں رذائل اور سائیکالوجی کی اصطلاح میں منفی جذبات (NEGATIVIPASSION) کہتے ہیں، امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم اور مشائخ وصوفیائے اسلام کے ملفوظات ومکتوبات کا مطالعہ کیجئے، آپ کو اندازہ ہوگا کہ امراض نفسانی کے ان طبیبوں نے ایک ایک مرض، اس کی قسموں اور علامتوں (SYMPTOMS) کا جائزہ کس دقیقہ رسی اور وسعت نظر سے لیا ہے اور پھر کس حذاقت ودیدہ وری سے ایک ایک مرض کا علاج تجویز کیا ہے کہ اگر کوئی شخص صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام کی طرح شفاخانۂ حجاز کے اس نسخہ پر عامل ہوجائے تو اقبال کی زبان میں کہہ سکتا ہے۔

در دشت جنونِ من جبریل زبوں صیدے — یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ!

اس نے کو ذرا اور بڑھائیے تو معلوم ہوگا کہ یہی ترکِ ہوا درحقیقت لا اِلٰہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جب نفی نفی سے ایک مثبت حقیقت ابھرتی ہے تو وہ الا اللہ کا روپ دھار لیتی ہے۔

(۲) اختلاف مذہب!۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہتنے پیغمبر آئے۔ اور یہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں آئے " وَمَا مِنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ۔ وہ بنیادی طور پر ایک ہی پیغام ایمان وعمل صالح کا لے کر آتے رہے، البتہ ان کی شریعتیں زمانی اور مکانی حالات وظروف کے اختلاف کی رعایت کے باعث مختلف اور متنوع رہیں! اور ہر پیغمبر سابق اپنے بعد آنے والے یعنی پیغمبر لاحق کی آمد سے اپنے پیروؤں کو مطلع کرتا رہا تاکہ جب وہ آجائے تو لوگ اس کی اطاعت اور نئی شریعت پر عمل کریں، اسی طرح ہوتے ہوتے یہ سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا، اور آپ پر ختم ہوگیا، اس کے وجوہ یہ ہیں (الف) قرآن مجید میں وہ تمام صداقتیں اور سچائیاں یکجا مجتمع ہیں جو انبیائے سابقین میں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں۔ (ب) انبیائے سابقین کی تعلیمات میں بعض تاریخی عوامل کے زیر اثر جو تحریفات ہوگئی تھیں قرآن میں ان کی تصحیح کردی گئی ہے (ج) انبیائے سابقین کی جو تعلیمات تشنہ تھیں انہیں مکمل، جو مجمل تھیں انہیں مفصل اور جو وقتی اور مکانی تھیں انہیں ہمہ گیر وعالم گیر اور ابدی بنا کر بیان کردیا گیا ہے (د) انبیائے سابقین کی بعثت کسی خاص قوم کی طرف ہوتی تھی اس لئے ان کی شریعت میں اس خاص قوم کے زمانی ومکانی حالات کی رعایت ہوتی تھی، لیکن محمد رسول اللہ کی بعثت ساری دنیا کے اور ہر زمانہ کے لئے ہے۔ اس لئے شریعت محمدی نہایت جامع ہے اور اس میں ہر دور اور ہر زمانہ کے اقوام عالم کے تہذیبی وتمدنی حالات کا لحاظ رکھا گیا ہے؛ ان وجوہ کی بنا پر اسلام کہتا ہے کہ اب مدار نجات محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کی شریعت پر عمل پیرا ہونا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ وہ دوسرے مذاہب کی تحقیر و تذلیل کو روا رکھتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن کا اعلان تو یہ ہے:۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (۲ البقرہ)

سب لوگ ایک ہی امت تھے، اس لئے اللہ ان میں بشیر و نذیر انبیاء مبعوث کرتا رہا اور ان کے ساتھ حق پر مشتمل کتابیں نازل کیں تاکہ لوگ جن باتوں میں اختلاف کرنے لگے ہیں یہ کتابیں ان میں فیصلہ کریں۔

اس بنا پر اسلام نے مومن ہونے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اللہ، یوم آخرت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے ساتھ انبیائے سابقین اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے یعنی اپنے زمانہ میں ان کے برحق اور صادق ہونے کا اقرار کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اسلام میں بت پرستی سے زیادہ کوئی چیز مبغوض اور قبیح نہیں ہے، لیکن اسلام جن اخلاق فاضلہ اور تہذیب و شائستگی کی تعلیم دیتا ہے، ان کے پیش نظر قرآن میں بتوں کو بھی برا بھلا کہنے کی ممانعت کردی گئی ہے، اسلام انسانی عقل و فہم اور تدبر و نظر سے یہ اپیل ضرور کرتا ہے کہ وہ اسے قبول کرلیں، لیکن اگر کوئی اسے قبول نہیں کرتا تو وہ اس پر جبر بالکل نہیں کرتا، اس معاملہ میں وہ مکمل آزادی کا قائل اور حامی ہے، قرآن میں ارشاد ہوا:۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ، یعنی اب جبکہ کھرا کھوٹا اور حق و ناحق عیاں ہو گئے ہیں تو دین میں جبر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں، ایک مقام پر فرمایا گیا:۔ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، یعنی اے محمد! آپ کا فرض ہے دعوت و تبلیغ، وہ کرتے رہئے، لیکن اگر وہ نہ مانیں تو آپ کہئے کہ اللہ میرے لئے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور وہ صاحب عرش عظیم ہے،

قرآن میں اس مضمون کی اور بھی آیات ہیں، یہ کہیں نہیں ہے کہ جو شخص آپ کا پیغام قبول نہ کرے اس کی گردن ناپ لیجئے، کسی مذہب یا اہل مذہب کے بارے میں بد زبانی کرنا تو کجا، ارشاد نبوی ہے: اکرموا کریم کل قوم: یعنی جو قوم بھی ہو، اے مسلمانو! تم اس کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ احترام اور تکریم کے ساتھ پیش آؤ، اس معاملہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اہتمام اس درجہ تھا کہ ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ آپ کے پاس سے گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے، لوگوں نے کہا۔ "یہ تو یہودی کا جنازہ تھا" آپؐ نے جواب دیا: ہاں! مگر کیا یہ انسان نہ تھا؟" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معاشرتی آداب پر اختلاف مذہب کا اثر نہیں ہونا چاہیئے۔

اردو ادب کی تاریخ حصہ اول نظم

اردو زبان وادب کی تاریخ ارتقاء پر ایک بلند اور معیاری کتاب

۱۵۰۰ ق۔م سے لے کر دور حاضر تک تمام لسانی، فکری اور ادبی تحریکوں کا جائزہ اور ان ادوار کے تقریباً دوسو نمائندہ شاعروں کی تخلیقات پر تنقید وتبصرہ مع نمونہ کلام

کتابت و طباعت پاکیزہ۔ دیدہ زیب ٹائیٹل۔ صفحات ۸۸۸

قیمت -/۱۵

© rasailojaraid.com